

حسبہ ڈوائے نمبر ۲۶۵ مجلس کرب حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ کاترجمان قیمت سالانہ

ماہنامہ

معاونین سے

عوام سے

طلبہ سے

ہر انگریزی ماہ کی

یکم تاریخ کو شائع

ہوتا ہے

شمس الاسلام

بھیرہ
پنجاب

جلد ۱۲ | بھیرہ (پنجاب) جمادی الاخریٰ ۱۳۶۲ھ مطابق جولائی ۱۹۴۳ء | نمبر ۶

ماہ حزب میں

زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ اور حزب الانصار کے دیگر دینی اداروں کو فراموش نہ فرمائیں۔ دارالعلوم میں مفلس اور یتیم بچوں کی مکمل تربیت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف موجودہ دور میں طالبان علوم دینیہ ہی ہو سکتے ہیں۔
ناظم حزب الانصار و منتظم دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (پنجاب)

سرخ پینسل کا نشان
یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پینسل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدا بخواتمہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ تو بذریعہ پوسٹ کارڈ بھیجیں یا پستی میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی آر سال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا۔
(غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

ایک دُنیا ہے نمک خوار امامِ عظیمؒ

(از پروفیسر حکیم تاج الدین صاحب تاجِ صدا دارۃ عالیہ مجلہ دہلاہوری)

سچھکا دوسرے سرکار امامِ عظیمؒ
کیوں مُسک نہ ہو پندار امامِ عظیمؒ
نزہت افروز ہے گلزارِ امامِ عظیمؒ
جلوہ ریزاب بھی ہیں انوارِ امامِ عظیمؒ
سب کو مرغوب ہیں کردارِ امامِ عظیمؒ
کوئی پہنچا نہ یہ اسرارِ امامِ عظیمؒ
اب بھی کرتا ہے جو انکارِ امامِ عظیمؒ
پھر بھی قائم رہی گفتارِ امامِ عظیمؒ
راہِ حق پر رہی رفتارِ امامِ عظیمؒ
تیز رو ایسا ہے رہوارِ امامِ عظیمؒ
کیا کہوں گر حُجّی بازارِ امامِ عظیمؒ
میں ہوں سو جاں سے خریدارِ امامِ عظیمؒ
ہر جگہ پھیلے ہیں انوارِ امامِ عظیمؒ
سب کو محبوب ہیں اطوارِ امامِ عظیمؒ
کہیں ملتا نہیں ایشانِ امامِ عظیمؒ
اور مذہب ہوئے انہارِ امامِ عظیمؒ
گویا الہام تھے افکارِ امامِ عظیمؒ
سب ہیں لذت چش اشعارِ امامِ عظیمؒ
ایک دُنیا ہے نمک خوارِ امامِ عظیمؒ
صادق القول ہیں اسرارِ امامِ عظیمؒ

جلوہ زار آج ہے دربارِ امامِ عظیمؒ
وہ تفقہ وہ تدبیر وہ تیجہ علمی
جس قدر ہیں فقہا آپ کے سچھیں ہیں
اقتباس آپ سے کرتے ہیں علوم دین کا
آپ کی فکر مروج ہے زمانے بھر میں
علم دین اور خواص میں تھی وہ خاص نظر
ایسے ناداں کو ہدایت کی خدا نے توفیق
تا زیا نے بھی لکھے قیدی زنداں بھی ہوئے
اللہ اللہ کہ زنداں میں شہادت پائی
ہم عنان ہو نہیں سکتا ہے قہارِ کئی
اولیاء و صلحا بھی ہیں خریداروں میں
کیوں نہ یوسف کے خریداروں میں نام
آپ کو کہتی ہے دُنیا جو سراجِ امت
"بو حنیفہ" ہوئی مشہور ہے کینت انہی
نام نعمان ہے اور زہد و عبادت میں بے فرد
آپ کا مذہب و آئین تو ہے بحرِ خفا
آپ کی شرف نگاہی تھی وہ ہر مسئلہ میں
بار و راجح بھی ہے باغِ تفقہ ان کا
رُبع مسکوں میں بچھایا گیا خزانِ نعمت
منہ پہ کھدیتے ہیں حریت و آزادی سے

تاثر کیا گئی اس قصہ کی چوٹی اے تلخ
اور قریٰ تک گئے آثارِ امامِ عظیمؒ

خطبہ الہامیہ ص ۱۸۰ ”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں (جب خود سرور کائنات بنات اقدس اس دنیا میں موجود تھے ناقل) اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کا انتہاء نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے عروج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں (مرزا قادیانی علیہ لعنہ اللہ علیہ کے وقت ناقل) یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی“

خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱ ”بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بنست ان سالوں (جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ الشریف تشریف فرما تھے ناقل) کے اتوی اور اکمل ہے اور اشد ہے بلکہ پود ہویں رات کے چاند کی طرح ہے“

خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳ ”اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گذر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے“

عبارات محلہ بالا میں مرزا اپنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ اور موازنہ کر رہا ہے اول تو یہ مقابلہ و موازنہ ہی پہلے درجہ کی بے حیائی ہے۔ سید الاولیٰین والاخرین کا موازنہ کرنا ہی پہلا کفر ہے مگر پھر نتیجہ یہ نکال رہا ہے وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ چڑھ کر ہے اول تو حضور سے موازنہ کرنا ہی کفر اور پھر موازنہ کر کے خود کو اعلیٰ ثابت کرنا یہ دوسرا کفر ہوا۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گندگی کے چند نمونے ہوئے۔

توہین حضرت مریم صدیقہ

زندہ نبی و رسول ص ۳۱ ”ایک اور خطرناک معاملہ ہے جبکہ جواب عیسائیوں کے پاس ہو نہیں سکتا ہے اور وہ یہ

ہے کہ مریم کی ماں نے عہد کیا تھا کہ وہ بیت المقدس کی خدمت کرے گی اور بتا کر رہے گی اور نکاح نہ کرے گی اور خود مریم نے بھی یہ عہد کیا تھا کہ میں ہیکل کی خدمت کروں گی باوجود اس عہد کے پھر وہ کیا بلکہ اور آفت پڑی کہ یہ عہد توڑا گیا اور نکاح کیا گیا۔ دوم جبکہ عیسائیوں کے نزدیک کثرت ازواج زنا کاری ہے تو وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں سوم جبکہ حمل ہو چکا تھا تو پھر حمل میں نکاح کیوں کیا گیا۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مریم کو ہیکل میں بیٹھ ہو گیا تھا۔ چار پانچ مہینے کے بعد جب بیٹ بڑھا اور پردہ نہ نہ سکا تو پھر رہا نہ گیا تو ہیکل کے بزرگوں کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ مریم حاملہ ہے اور انہیں فکر پیدا ہوئی اور جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی شریف خاندان کی کوئی لڑکی حاملہ ہو جاوے تو جھٹ پٹ اس کا نکاح کر دیتے ہیں تاکہ ناک نہ کٹ جاوے۔

کشتی نوح ص ۱۶ ”اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے وجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ یہ سب مجبوریاں جو پیش آگئیں“

دیکھیے! صدیقہ حضرت مریم والدہ حضرت مسیح پر یہ بدزبانی کی گندگی اچھال کر یہودیانہ ذہنیت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے یہودی بھی یہی کہا کرتے تھے۔

توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کشتی نوح ص ۱۵ حاشیہ ”عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ“ وافع البلاء کا حاشیہ آخری ”یہی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اگر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلقی جو اس عورت

بحث و نظر و رد و رفض

مشاہرات صحابہؓ

(۳)
(ازمدیک)

جنگ جمل کی تیاریوں میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی شمولیت صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طلب کے لئے تھی۔ انہوں نے پہلے بیعت کی تو اس خیال سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق اور قابل ہیں اور خلیفہ ہو کر آپ قائلین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بدلہ لیں گے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ خلافت کے بعد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اس بارے میں کچھ تاخیر سے کام لے رہے ہیں۔ تو انہوں نے اس کا مطالبہ کیا۔ اور اسی مطالبہ میں وہ عن بجا نبی بھی تھے۔ اگرچہ بعض مصالح سیاسی کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس تاخیر کو بھی ہم حق سمجھتے ہیں۔ آپ نے تاریخ اسلام عجیب آبادی میں وہ الفاظ تو دیکھے مگر اُس میں آپ نے یہ نہیں دیکھا "اتنے میں ایک شخص بول اٹھا کہ طلحہ و زبیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے خروج کیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک اُن کے پاس بھی کوئی دلیل خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہاں اُن کے پاس بھی دلیل ہے۔"

(۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ و زبیرؓ آپس میں صاف تھے۔ چنانچہ یہ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے جب حضرت زبیرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد دلانی۔ تو آپ بصرہ آنے ہی پر پشیمان ہوئے۔ اور لڑائی سے کنارہ ہوئے اور اس میں کچھ حصہ نہ لیا۔ اور کہا "کہ آج مجھ کو علیؓ نے ایک ایسی بات یاد دلانی ہے کہ میں اُن سے کسی حالت میں لڑنا پسند نہ کروں گا۔" (۵)

آبادہ کیا۔ مگر آپ جو فیصلہ کر چکے تھے اسی برقرار رہے۔ اور میدان جنگ سے علیؓ ہوتے پھر اسی تاریخ میں۔ آپ یہ بھی دیکھتے کہ ابن جرموز نے جب آپ کو شہید کیا۔ وہاں سے سیدہ حنفہ علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اول کسی شخص نے اکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ زبیر بن العوام کا قاتل آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو اجازت دیدو مگر ساتھ ہی اس کو جہنم کی بشارت بھی دیدو۔ جب وہ سامنے آگیا اور آپ نے اُس کے پاس حضرت زبیرؓ کی تلوار دیکھی۔ تو آپ کے آنسو نکل پڑے اور کہا کہ اے ظالم! یہ وہ تلوار ہے جس نے عرصہ دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ہے۔ عمرو بن الجرموز پر ان الفاظ کا کچھ ایسا اثر پڑا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں چند گستاخانہ الفاظ کہہ کر اور تلوار خود ہی اپنے پیٹ میں بھونک کر مر گیا اور اس طرح واصل جہنم ہو گیا۔" (تاریخ اسلام ص ۴۸۸)

اب انصاف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ بھی رجاء بنہم کے مصداق نہیں تو پھر اور کون ہو سکتے ہیں۔ آج کل آپ بتلائے کہ جن دو شخصوں کے درمیان ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو چکا ہو۔ پھر آپ لاکھ حدیثیں اور قطعی دلائل پیش کیجئے۔ اختلاف ختم نہ ہوگا۔ شدت بڑھتی جائے گی۔ کم کسی طرح ہوگی۔ اور کسی کے ماتھے سے اگر ان میں سے ایک قتل ہو جائے۔ تو وہ قاتل دوسرے کا محبوب بنے گا۔ اس کی قدر کر لگا۔

اور یہ سب اس لئے کہ رحم کا مادہ قلوب میں نہیں۔ وہاں ایک حدیث سنیں اور سارا اختلاف رفع ہو گیا۔ قاتل خوشی سے سامنے آیا کہ

یہ بات موجود ہے کہ جنگ جبل میں طرفین بالکل ہی صاف دل تھے۔ دونوں طرف سے اس کی پوری کوششیں ہو رہی تھیں کہ صلح و صفائی سے بات طے ہو جائے اور کسی طرح بھی خونریزی اور قتال کی ذمہ داری نہ اٹھے۔ غرض جنگ و پیکار کے خیالات اور ارادے طرفین کے سرداروں نے بتدریج اپنے دلوں سے نکال ڈالے اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تمام شرائط تیسرے دن شام کے وقت طے اور مکمل ہو گئے۔ اور یہ بات قرار پائی کہ کل صبح صلح مکمل ہو جائے۔ اور اس پر طرفین کے دستخط ہو جائیں۔ (تاریخ اسلام ص ۴۹)

مگر عبداللہ بن سبا اور اس کا شریک گروہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد اور صلح و مفاہمت کو کب یہ روایت کر سکتا تھا جب ان کو معلوم ہوا کہ صلح کو صلح نامہ لکھا جائے گا تو بہت فکر مند ہوئے اور رات بھر مشورے کرتے رہے آخر سپیدہ سحر کے نمودار ہونے کے قریب انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے لشکر یعنی اہل جبل پر حملہ کر دیا۔ الخ (تاریخ اسلام ص ۴۹)

ان واقعات کو دیکھ کر صاف پتہ لگتا ہے کہ طرفین بالکل اس معاملہ میں بے قصور تھے۔ سب کچھ شرارت ان سبائیوں کی تھی۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ سیاسی باتیں نہیں بلکہ تاریخی واقعات ہیں۔ اور جعفری صاحب کا یہ فرمانا کہ جنگ جبل کے واقعات تو مشہور عالم ہیں۔ یقیناً صحیح ہے مگر ان مشہور عالم واقعات سے تو جعفری صاحب کی کچھ سیدہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُس کا ہر واقعہ رحماء بینہم کی تفسیر ہے۔ اُس سے سبائیوں اور برائے نام شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی شرارت و خباثت کا پتہ یقیناً لگتا ہے۔

جعفری صاحب نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے باہمی مکالمہ اور پھر حضرت عمارؓ کی براہِ ذمہ داری کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ گویا دونوں طرفین سے

میری قدر ہوگی جواب یہی ملا کہ تو جہنمی ہے اور فرط حزن و الم سے تلوار دیکھ کر آنسو بہتے ہیں۔

یہ تو واقعہ ہوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا۔ اب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آپ اسی تاریخ اسلام میں دیکھئے۔ جب لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ میں بھی علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ہرگز نہ کروں گا اسی خیال میں وہ لشکر سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ و چہم کی باتوں پر غور کر رہے تھے۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو اور عمارؓ بن یاسرؓ والی پیشگوئی کو یاد دہانہ اس لڑائی سے بالکل جدا اور غیر جانبدار ہونا چاہتے تھے اس حالت میں مروان بن الحکمؓ نے ان کو دیکھا۔ اور سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے۔ اور صاف بچ کر نکل جانا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے اپنے غلام کو اشارہ کیا۔ اس نے مروان کے چہرے سے بچا اور ڈال دی مروان نے چادر سے اپنا منہ چھپا کر کہ کوئی شناخت نہ کرے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنایا۔ یہ تیر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو زخمی کر کے گھوڑے کے پیٹ میں لگا اور گھوڑا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو لے ہوئے گرا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام کو جو اتفاقاً اس طرف سامنے آگیا بلایا اور اس کے ہاتھ پر یا حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر جو وہاں آگئے تھے نیا بتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور اس تجدید بیعت کے بعد بصرہ میں آکر انتقال فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی اور ان کی بہت تعریف فرماتے اور انھیں سوس کرتے رہے (تاریخ اسلام ص ۴۹) اور جنگ کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر کھڑے ہو کر آپ نے نہایت رقت انگیز کلمات ارشاد فرمائے۔ اور آپ کے ہاتھ کو اٹھا کر بوسہ دیا اور فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جو غزوہ احد میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے تیروں سے اس قدر پھلنی ہوا کہ اس کے صدمہ سے شل ہو گیا۔

اور یہ تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تمام تاریخی کتابوں میں

اگرچہ حضرت زبیرؓ نے صرف اپنے آپ کو بچایا اور ان کا کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ تو حضرت عمارؓ کے متعلق یہ اعتراض تو زیادہ شیعوں ہی وارد ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں نعوذ باللہ صحابہ سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور چند صحابہ جن میں سے حضرت عمارؓ بھی تھے حضرت علیؓ کے ساتھی رہ گئے تھے اور حقیقت الذین معہ کے مصداق بزع شیعوں صرف وہ تھے۔ تو حضرت عمارؓ کی طرف سے صفائی پیش کرنے کی زیادہ ضرورت تو آپؐ کو اوسنیوں کے اصول اور ان کے اعتقادات کی بنا پر تو نہ اعتراض وارد ہے۔ اور نہ وہ رجاء بینہم کے منافی ہے حضرت عمارؓ صحابی رسولؐ اور شہر تھے۔ معصوم عن الخطا نہ تھے۔ ہو ہے کہ خطائے اجتہادی سے انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کی بات کو نہ سمجھا ہو اور برا فرختہ ہوئے۔ اور حالت غصہ میں بے اختیار منہ سے ہمیشہ کچھ نکل جاتا ہے۔ اور ایسی باتیں رحم کے منافی نہیں۔ اور ترکی بہ ترکی جواب وغیرہ چیزوں کا تعلق تو صحابہ کا آپس میں نہیں تو اور لوگوں سے ہوا۔

حضرت طلحہؓ کی شہادت کا صحیح واقعہ تو ہم ذکر کر چکے۔ لیکن آپؐ کی کتاب الامامہ والسیاستہ کی یہ روایت مان لی جائے کہ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا چلا کہ قاتلان عثمانؓ کو بدلہ ملے اللہ اس میں اعتراض کی بات کو نسی ہے۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ یا کسی اور صحابی کا نام لے کر یہ نہیں فرمایا کہ ان کو بدلہ ملے۔ اور نہ ان کے بارے میں کچھ بد دعا کی۔ بلکہ قاتلین عثمانؓ کو بد دعا دی۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین ہیں کوئی بھی صحابی نہ تھا۔ ان کو بدلہ ملنے کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا رجاء بینہم سے منافی تو نہیں۔ مروان کا تیر نشانہ پر بیٹھا۔ تو ہم مروان کی صفائی کہاں پیش کر رہے ہیں۔

غرض رجاء بینہم کلام خداوندی کو قطعی اور یقینی سمجھتے ہو صحابہ کرام کے متعلق کسی تاریخ کی منظون روایات کی بنا پر ہم نتیجہ قائم نہیں کر سکتے۔ کہ وہ حضرات رجاء نہ تھے اور ان کا فلان واقعہ رحم کے منافی ہے۔ اس کا معنی تو بس یہ ہے کہ تاریخ کی ظنی روایات سے ہم قرآن کے قطعی احکام کی تکذیب پر

ایک دوسرے کو گالی گلو بچ اور ترکی بہ ترکی جواب دے رہے تھے۔ حالانکہ تاریخ اسلام نجیب آبادی میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ ابو موسیٰؓ نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا۔ کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ نے سچ فرمایا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقرب فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑا ہونے والے سے کھڑا ہوا پیادہ چلنے والے سے پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا اور کل مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ان کا خون و مال حرام ہے عمار بن یاسر کو ابو موسیٰؓ کی بات سے کچھ ایسی برا فروشی ہوئی کہ وہ ابو موسیٰؓ کو گالی دے پیچھے ابو موسیٰؓ گالی سن کر خاموش ہو گئے مگر حاضرین میں سے کسی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا بات بڑھی اور لوگ عمارؓ پر ٹوٹ پڑے مگر ابو موسیٰؓ نے عمارؓ کو بچالیا۔ (تاریخ اسلام ص ۳۶۴)

اگر کوئی خواہ مخواہ مجبوری سے کام نہ لے۔ اور سیالکینک لگا کر ہر چیز کو سیاہ نہ دیکھے۔ تو اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ رجاء بینہم نہ تھے بے انصافی ہے۔ صحابی رسولؐ حضرت ابو موسیٰؓ اشعریؓ نے ادب کے ساتھ رحم و شفقت کے جذبہ سے متاثر ہو کر یوں خطاب کرتے ہیں کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہو اللہ عذبت وہ پیش کرتے ہیں جس میں باہمی حسن سلوک اور موائجہ کی ترغیب اور فتنہ میں پڑنے سے اجتناب کی ہدایت ہے۔ حضرت عمارؓ جب اس پر بھی برا فرختہ ہوئے۔ اور نامناسب لفظانہ سے نکل گیا۔ تو آپؐ خاموش ہو گئے۔ اگر رجاء بینہم کے مصداق ہوتے تو آپؐ کے منہ میں بھی زبان تھی۔ خود جواب دے سکتے تھے۔ ترکی بہ ترکی جواب اگر کسی نے دیا تو وہ حاضرین میں سے کوئی اور تھا جس کا صحابی ہونا کہاں سے ثابت؟ بات بڑھنے پر جب لوگ حضرت عمارؓ پر ٹوٹ پڑے تو آپؐ نے کہے ہو کر ان لوگوں سے بچایا۔ اگر رحم نہ ہوتا باہمی محبت نہ ہوتی تو اپنے گالی دینے والے کو مغلوب اور لوگوں کے گھیرے میں دیکھ کر آپؐ خوش ہو جاتے نہ بچاتے کہاں بلکا اور پھنسا تے۔ ہاں اگر آپؐ یہ کہیں کہ حضرت عمارؓ تو برا فرختہ ہوئے انہوں نے گالی دی اور اس طرح انہوں نے حضرت زبیرؓ سے لڑائی کی۔

آباد ہو گئے۔ اور قرآن پاک کو کلام خداوندی یقین کرتے ہوئے کسی مسلمان کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔

جعفری صاحب آگے فرماتے ہیں:-

طبری اور کامل دیکھو کہ خود طلوع کیا فرماتے ہیں۔ ہم سے عثمان کے معاملہ میں لغزش ہو گئی۔ حضرت عثمان کو جس بے دردی سے قتل کیا گیا۔ اور جو کچھ آپ کی لغزش سے سلوک ہوا۔ اور پھر جو علیؓ کے زمانہ میں ہوا۔ ان مشہور تواریخ سے دیکھ کر طلوع و زہرہ کو رحماء بینہم کی روشنی میں مجھے معذرت کی تفسیر سمجھاؤ مشکور ہوں گا۔

لغزش سے مراد یہاں اُمت کے ان افراد کی لغزش ہے جو قتل میں شامل تھے۔ یا جو ایسے موقع پر غیر جانبدار بن کر گھروں میں بیٹھے رہے ان حضرات کا مقصد یہ ہے کہ جب بلوایوں نے محاصرہ کیا تھا۔ تو ہم یہ سمجھے کہ رفتہ رفتہ خود بخود یہ لوگ محاصرہ اٹھا دیں گے۔ شہادت کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس لئے میدان میں نکل کر ان سے مقابلہ کرنا خواہ مخواہ مسلمانوں میں باہمی خون ریزی کی ابتدا ہے۔ اور یہی سوچ کر ہم اپنے گھروں میں فایز بیٹھے رہے اور بلوایوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ ہماری لغزش تھی۔ ہم نے جو فائدہ سوچا تھا یعنی خون ریزی سے بچنا وہ بھی حاصل ہوا۔ اور خلیفہ اسلام کی شہادت بھی ہو گئی۔ تو اب وہ صرف اس پر افسوس کر رہے ہیں۔ حاشا دکلا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ بھی قاتلین میں شامل تھے۔ یا ان سازشوں میں وہ بھی شریک رہے۔ کوئی صحیح تاریخی توثیق اس بات کی تائید نہیں کرتی۔ لہذا خواہ مخواہ لغزش کے لفظ سے شمولیت قتل کو لیکر اعتراض کرنا زبردستی الفاظ کو توڑ مروڑ کر مطلب نکالنا ہے۔

ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ بالکل ناحق وہ مقدس خون بہایا گیا۔ اور دنیا میں ظلم و سفاکی کا وہ سب سے اہم ترین واقعہ ہے۔ اور ان کمال بے دردی سے شہید ہونے والے یقیناً انتہائی سفاک اور بد بخت

ہیں۔ اور وہ کسی طرح بھی ہمدردی کے مستحق نہیں مگر قتل کرنے والے تو صحابہ نہ تھے۔ بلکہ وہ تو وہ لوگ تھے جو عبد اللہ بن سبا کی شرارتوں کا شکار ہو کر ایسے اندھے ہو گئے تھے جنہیں کچھ نہ سوچھا۔ اور ایک ایسی حرکت کر گئے جس سے امت میں فتنوں کا دروازہ کھلا اور تاقیامت تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ معلوم نہیں صحابہ کرام کو بے رحم قرار دینے کے لئے جعفری صاحب نے اس واقعہ کو کیوں ذکر کیا۔ اور لغزش مبارک سے جو کچھ سلوک ہوا وہ بھی ان بلوایوں اور سبائیوں کی حرکت تھی ان کے فتنہ و فساد اور شر انگیزیوں کی وجہ سے تہذیب و تکفین کا سلسلہ رکنا رہا۔ چیرائی ہے کہ آپ بلوایوں اور سبائیوں کی کارروائی کو کس طرح صحابہ کے ذمے لگا کر رحماء بینہم سے انکار کرنے کی جرأت کر رہے ہیں؟

حضرت علیؓ کے زمانہ میں باہم خانہ جنگی ہوئی اس کا، میں بھی افسوس ہے۔ مگر صحابہ کرام کی جماعت نے ان سارے معاملات میں رحماء بینہم کی بے نظیر مثالیں پیش کی ہیں۔ عین میدان کارزار میں ایسے پیش آتے رہے جیسے بھائی بھائی۔ اس ان حروب کی ہرگز بھڑکانے والے وہ لوگ تھے جو الذین معہ یعنی صحبت رسول مشرور ہونے والے نہ تھے۔ اور ان کی وجہ سے اگر نامناسب اور قابل افسوس واقعات کا ظہور ہوتا رہا ہے تو ایسے امور کو دیکھ کر صحابہ کرام سے بدظن ہونا کہاں مناسب اور کہاں کی عقلندی ہے۔ حضرت طلوع و زہرہ اور جنگ جمل کے متعلق بار بار لکھ چکا ہوں کہ جو کوئی تعصب و بدظنی کی عینک اتار کر انصاف کی نظر سے صحیح تاریخی واقعات کا مطالعہ کرے گا تو انہیں کسی قسم کا اشکال نہ ہو گا۔ اور وہ خود سمجھ کر ان حضرات کے متعلق حسن ظن رکھنے کا اقرار کریں گے۔ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ آپ انسانی رویوں اور بشر کی ترتیب دی ہوئی تاریخوں کی عینک لگا کر خدا کے کلام کی تفسیر کیوں کرنے بیٹھے ہیں۔ چاہئے کہ آپ قرآنی تعلیمات اور ربانی کلام کو اصل قرار دے کر اس کی روشنی میں تاریخی روایات کی جانچ کریں۔ جو واقعہ اس قرآنی تفسیر کے مطابق چھوڑیں کہ تسلیم کیجئے اور جو واقعہ اس قرآنی تفسیر کی تکذیب کرے اس

خداوند تعالیٰ کی تصدیق کھ لئے بلا چون و چرا آمادہ ہو جائیے۔
جعفری صاحب کی بے نیازی دیکھئے ہماری اتنی محنت
کرنے اور اُنکے زعم میں مضبوط شکاوت کے جواب دینے کے
بعد بھی آپ شاکر نہیں رہیں گے بلکہ ”مشکور“ ہی ہونگے۔ مگر فیہ نہیں
آپ کے شاکر یا مشکور ہونے یا کسی دوسرے صلہ کی امید نہیں۔
بلکہ خیر خواہی کے خیال سے آپ کے سامنے حقائق پیش کئے۔ اگر آپ
غور فرمائیں گے تو ممکن ہے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور اگر
آپ کو خواہ مخواہ اپنی بات کو صحیح کہنے کی ضد ہو تو پھر کوئی دلیل بھی
آپ کو قائل نہیں کر سکتی۔ خدا کرے کہ ہماری توقع پوری ہو اور
آپ کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

روایت کو راوی کی غلطی و نسیان یا تعصب و خود رانی پر محمول
کیجئے۔ کسی انسان کو جھٹلانا سنی مؤرخ کو غلط رویا طرف دار
کہنا تو آسان ہے لیکن خدا کے کلام کو خلاف واقعہ قرار دینا
یا اس کی دوران کار تاویلین کرنا ایک مرد مسلم کیلئے بہت مشکل
ہے پس اگر آپ کے ہاں قرآن پاک محرف نہیں (اگرچہ شیعہ ہو کر
یہ عقیدہ رکھتا تو مشکل ہے) اور الذین معہ اشتداء علی الکفار
رحماء بینہم۔ الایہ۔ خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے۔ تو سب صحابہ
کو رحماء بینہم تسلیم کرنا آپ کیلئے ضروری ہوگا اگر بالفرض کسی تباہ
کی کوئی روایت اس کے خلاف بھی ملے اگرچہ صحیح روایت
کوئی ملتی نہیں) پھر ایسی روایت کو آپ پھینک دیجئے اور

گرہ و بکا

(۴)

(از سید محمد مصطفیٰ شیعہ)

ہول دل کی مریض، ہندی معاشرت کا بدترین شکار، موجودہ
نسائیت کی دلدادہ تہذیب کا نمونہ، بات بات پر آنکھوں میں
آنسو بھرنے کی عادی ہو چکی ہو، جس پر نسائیت کا غلبہ دن
بدن بڑھتا جاتا ہو اور اپنی اس کیفیت کی بدولت اپنی آبائی
ہمت، شجاعت، جوانمردی اور جانبازی سے ہر روز دور
ہوتی جا رہی ہے۔

واقعہ تو یہ ہے کہ اب ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہم بھی
رونے کو ساری زندہ دنیا کی طرح صرف مستورات کا مشغلہ
اور ہمت، شجاعت، مردانگی، جوانمردی، جانبازی کے لئے
عارف سمجھیں۔ اور آئندہ مدتوں تک بلکہ صدیوں ہماری آنکھ سے
آنسو کا ایک قطرہ نہ گرے اس وقت کہیں ہم اس قابل ہوئے
کہ زخمی قلب و تزکیہ نفس کے لئے دوا آنسوؤں کی ضرورت
پر غور کریں۔

خون ہے قربانی، مولا نظر کرے گا۔ ابن حیدر کے ابو پر دیکھ پانی پھر نہ پائے

لوگوں کا خیال ہے کہ رونا تزکیہ نفس کا باعث اور خدا
ترسی، رحمہ و غیرہ جذبات شریفہ کا حامی و مددگار ہوتا ہے
صحیح بالکل صحیح مگر رونا مفید ہے اُن لوگوں کو جو سنجیدگی یا
افغانیوں کی طرح سخت دل، پتھر کے کلیجے والے جنگجو، زاہد
خشک، جدال و قتال پیشہ لوگ ہیں، جن میں نرمی، رحمہ
وغیرہ نام کو موجود نہیں، جن کا آپس میں کٹ مرنا آئے دن کا
مشغلہ ہے، جن کا موت سے بچنے کشتی کرنا سب سے بڑا
کھیل ہے، جو ہنس ہنس کر دوسرے کی جان لیتے اور مسکوا
مسکرا کر اپنی جان دیتے ہیں، جو سخت سے سخت مصیبت کے
وقت بھی آنکھ میں آنسو کا آنا مردانگی کی ہتک، بہادر حسی
کی توہین اور اپنے اور اپنے خاندان کے لئے باعث تنگ و
عاجز سمجھے ہیں۔

کون بہہ سکتا ہے کہ رونا اور اس طرح رونا جس طرح ہم
روہ میں اس قوم کے لئے بھی مفید ہے جو روتی صورت

غلط طریقہ کار کے دیگر نتائج

صدیوں اپنے کو اہلیت اطہار سے وابستہ رکھنے کی بدولت نسلا بدسل اسوۂ حسینی کی وراثت کا مدعی رہنے کی بنا پر ہمارا سب سے زیادہ اور بڑا فرض ہے کہ حسینی پیغام عمل کو اپنوں کے علاوہ دوسروں تک پہنچائیں۔ اور جب تک دنیا میں ایک فرد بھی ایسا باقی ہے جس تک ہم اس پیغام کو پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں، اس وقت تک ہم چین سے نہ بیٹھیں۔ خدا بھلا کرے ہماری ہٹ دھرمی۔ مناظرہ بازی۔ لفظی مویشگافیوں اور گریہ وزاری کا کہ اپنے اس فرض کی طرف نہ ہم توجہ کرتے ہیں اور نہ ہمارے قارئین۔ چنانچہ ہماری مجالس عزاء خالص شیعہ بنتیں ہوتی ہیں۔ مناظرہ دیگر مسلمین کے دلوں کو تکلیف پہنچاتا ہے لفظی مویشگافیاں ایک قسم کی نشر میں شاعری ہے اور بس۔ گریہ وزاری ذکی الحس لوگوں کی طبائع پر سخت گراں گذرتی ہے اور وہ لوگ ہنکاہ آہ و بکا سے دور رہتے ہیں۔ اس طرح اسوۂ حسینی جس کی تعلیم کی اشاعت کا بار ہم پر ہے، اس کی اشاعت محدود ہو گئی ہے۔ ہماری مجالس دوسروں کے لئے بے معنی ہی نہیں الٹن اقبال ہیں۔ لوگ ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ نہ ان میں غیر شیعہ مسلمان خوشی خوشی آتے ہیں اور نہ غیر مسلم شریک ہوتے ہیں۔ جلوسوں کے ہمراہ جو لوگ ہوتے ہیں محض تماشا شائی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ نہ وہ جانتے ہیں کہ جلوس جس کے نام پر ہے وہ کون تھا اور نہ انہیں یہ معلوم کہ جلوس کی وجہ و ضرورت کیا ہے۔

ہیں گریہ، ماتم، مناظرہ اور لفظی مویشگافیوں سے ملت ہی نہیں۔ اس فرض عظیم کو ادا کرے تو کون؟ ۹۹۹۔

یہی نہیں۔ ہماری مجالس کی موجودہ ترتیب ذمہ دار ہے ہماری اور بہت سی اخلاقی کمزوریوں کی مثلاً (۱) ہمارے بچے روزِ اوّل سے مجالس میں خلافت کے جھگڑوں، تبرا بازی، طعن، تشنیع، پھیپائی کسے کے مظاہرے دیکھتے اور سنتے ہیں نتیجہ غیر ارادی طور پر یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ عیب جوئی کو اپنا مسلک بنا لیتے ہیں۔ اور جو ان ہو کر اپنی صحبتوں میں دن رات

عیب جوئی اور طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں۔ اس شغل میں بہت غربت اور بیکاری روز افزوں اضافہ کرتی ہیں اور ہماری سوسائٹی بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے، چنانچہ آپس کے جھگڑے، ایک دوسرے سے دشمنی، حسد، بغض، عناد، جو شغل عیب جوئی کا لازمی نتیجہ ہیں۔ خالص شیعہ بستیوں میں متعدی امراض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔

(۲) ہماری مجالس کا یہ بھی طرہ اختیار ہے کہ ہم ایک ہی وقت میں رو بھی لیتے اور ہنستے بھی ہیں۔ ابھی ابھی ہو ہو ہو رہی تھی اور اب باہا، ہوئے لگی باہا، کو دیر نہ ہوئی تھی کہ پھر ہو ہو ہوئے لگی دوسروں کی سمجھ میں آج تک نہ آسکا کہ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ان دو متضاد کیفیتوں سے کیسے اثر پذیر ہو سکتا ہے اسی لئے دنیا ہمارے آئینوں کو ہمارے تصنع پر مجبور کرتی ہے انہیں یقین نہیں آتا کہ ہم نے بیشتنا پشت کی مشق کے بعد یہ مجاہدہ کی کیفیت حاصل کی ہے اور اس کیفیت کے نتائج بھگت رہے ہیں ایک ہی وقت میں رونے اور ہنسنے سے انسان کے دماغی توازن پر لازمی برا اثر پڑتا ہے۔ نہ اس کے رنج کو استحکام رہتا ہے اور نہ اس کی مسرت کو۔ وہ شخص متوازن مزاج ہو جاتا ہے اور اس میں قوت عزم و استقلال باقی نہیں رہتی۔ دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دہارہ کہ یہی ہے اُمتوں کے مرض کہن کا چارہ (اقبال)

ذاکر

بعض احباب کا خیال ہے کہ ہمارے ذاکرین، واعظین اور روضہ خواں حضرات سب ہی ہماری اس گریہ ناک زندگی کے ذمہ دار ہیں مجھے اس خیال سے اک ذرا اختلاف ہے، ذاکری درحقیقت ایک پیشہ ہے۔ اس پیشہ کے لوگ بھی دوسرے پیشہ وروں کی طرح اپنی اور اپنے متعلقین کی روٹیاں کمانے کی غرض سے اس کو اختیار کرتے ہیں۔ نہ یہ لوگ معصوم ہوتے ہیں اور نہ یتاگی۔ جس طرح میں اپنی روٹیاں کما تا ہوں آپ اپنی روٹی کلمتے ہیں بالکل اسی طرح یہ بھی کسب معاش کرتے

ہیں۔ ہم انہیں اجرت دیتے ہیں کہ ہمیں رلاؤ..... وہ ہمیں رولاتے اور روتے رہتے کو ہماری نجات اخروی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے تاجروں کی طرح یہ بھی اپنے منافع ذاکری کی گرم بازاری کے قیام کے لئے اس میں طرح طرح کا تنوع پیدا کرتے ہیں اور غیر معتبر روایات تک سے کام لیکر نئی نئی بیدار تیاں اور مضحکہ انگیز تاویلات تراشنے میں پاک نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ ذاکر غریب آپ کو خوش نہ کرے تو کھائے کیا؟ وہ دیکھتا ہے کہ جب کبھی ہمت والا آپ کے اس مفروضہ صراط مستقیم سے ذرا ہٹتا ہے تو آپ اُسے طرح طرح سے مطعون کرتے اور اس کے خلاف ایک قسم کا محاذ جنگ قائم کر لیتے ہیں آپ کے غلو کا یہ عالم ہے کہ آپ اس واعظ کو بلوچھینے کو بھی تیار نہیں جو مجلس کے آخر میں ”پیش“ نہ ڈلا دے۔ اور ”پیش“ بھی ایسی کہ مومنین روتے روتے مجلس کے تمام واعظ کو اپنے آنسوؤں کے اُمنڈتے ہوئے سیلاب میں ”دفتر“ بے معنی کی طرح غرقاب کر دیں اور آپ کو یاد رہے تو صرف اتنا کہ بھی خوب مجلس ہوئی، یعنی خوب ہوئے۔

البتہ اس سے انکھ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر یہ لوگ ہماری موجودہ اور بدلی ہوئی ضروریات کو محسوس کریں اور ایمان داری سے اس ماحول کو بدل دینے کی متواتر کوشش کرتے رہیں تو یہ سماں آسانی سے بلکہ ایک یا دو روزے کی فصلوں (یعنی ایام عزا) میں بدل لایا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی غلط نہیں ہے کہ عموماً ذاکری پیشہ لوگ قوم کے وہ افراد ہوتے ہیں جنہیں قوم کا سرمایہ منبر پر بیٹھنے کا اہل بناتا ہے جو قوم کے اوقاف کے روپے کے پالنے پوسے، قبیلہ دیئے ہوئے لوگ ہوتے ہیں اور اس لئے خدمتِ قوم کا فرض ان پر بارِ جہاد قائم ہوتا ہے۔

درسِ صحت

ایک شیعہ ڈاکٹر کی رائے

ترنج و غم کے اثرات صحت پر | ڈاکٹروں کا مشہور اور متفقہ قول ہے کہ انسان جتنا خوش و خرم رہیگا اتنا ہی

تندرست اور جتنا غم و اندوہ میں مبتلا رہے گا اتنا ہی خطرناک بیماریوں کا آسان شکار اور رنج و غم بیماری کا پیش رو ہیں، ان کی بدولت دل و دماغ کمزور ہو جانے کے ساتھ ساتھ معدہ و جگر اپنا اپنا فعل ترک کر لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ جملہ اعضا کمزور پڑ جاتے ہیں جس کی وجہ سے قوتِ دافعہ جو تندرستی کی جان ہے مضعیق پڑ جاتی ہے۔ دل دماغ، معدہ و جگر کی کمزوری، سہل، دق، ہسٹیریا وغیرہ شدید امراض میں مبتلا کرتی ہے، اور قوتِ دافعہ کا اضمحال یا فقدان مریض کو سنبھالنے نہیں دیتا۔ ہوتا یہ ہے کہ ان امراض کے جراثیم انسان کے بدن میں سانس، خوراک پانی اور کھلے ہوئے زخم کے ذریعہ داخل ہوتے ہیں، اگر جسم تندرست ہے، دل دماغ، اور دیگر اعضا اپنے اپنے فعل کو محنت کے ساتھ انجام دیتے ہیں تو قوتِ دافعہ جو صحت کا لازمی نتیجہ ہے ان جراثیم کو خون میں داخل ہونے سے روکتی ہے اور اگر وہ داخل بھی ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنا کام کرنے سے مزور کر دیتی ہے۔ برخلاف اس کے اگر یہی اعضائے رئیسہ مضعیق اور کمزور ہوتے ہیں تو مریض جسم میں آسانی سے داخل ہوتا جسم میں پہنچتے ہی جڑ پکڑ جاتا اور قوتِ دافعہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر دن دو نارات چوگنا بڑھنے لگتا ہے۔

مرضِ ہسٹیریا تو یہی ہوتا ہے رنج، غم، اور فکر کی افراط سے یہ مرض مرد و عورت دونوں کو لاحق ہوتا ہے مگر عورتوں کو نسائی امراض سے بھی ہوتا ہے اس مرض میں دماغ کا کوئی حصہ خراب نہیں ہوتا بلکہ رنج، غم، فکر کی افراط سے دماغی توازن میں فرق آ جاتا ہے۔ جنگِ عظیم کے دوران میں ہزار ہا سپاہیوں، سینکڑوں سرداروں اور متعدد سپہ سالاروں کو ہمہ وقت کے خوف و ہراس، غم و فکر کی بدولت ہسٹیریا ہو گیا۔ رونے اور سینہ زنی کا صحت پر اثر

ڈاکٹری کا مسلمہ اصول ہے کہ جس حصہ بدن پر اکثر چوٹ لگتی ہے وہ حصہ یا عضو کمزور پڑ جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ زلزلہ کمزور عضو پر ڈھلا کرتا ہے اگر کوئی بیرونی یا اندرونی

تذلل کا اولمش

ہمارے رسومات محرم کی کرہہ ترین مثال ہے ہمارا ذوالجناح کے سامنے کی بجی ہوئی دال اور جلیبیوں کو تبرک سمجھنا اور گھوڑے کی جھوٹن کو خود کھانا، اپنے دوست، احباب، عزیز، اقارب، اور بچوں کو کھلانا۔ یہ رسم جہاں انسانی نقطہ نظر سے حد درجہ مستحق وغیظ ہے وہاں اکثری نقطہ نظر سے بے انتہا مخدوش بھی ہے۔

گھوڑا بھی گھاس چھوڑ کر آیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ گھاس اس جگہ کی ہو جہاں دق، پیچش، میعادوی بخاریا کسی دوسرے متعدی مرض میں مبتلا شخص نے فراغت حاصل کی ہو یا کم از کم کسی مریض نے راہ چلتے بلغم تھوکا ہو جو گھاس کے ساتھ گھوڑے کے منہ میں پہنچا ہو، اس کے لعاب دہن میں وہ حراشیم موجود ہوں، اور کھاتے وقت باقی ماندہ دال اور جلیبیوں کو جو انسان کھائے گا خواہ وہ اُسے کتنا ہی تبریک و مستحسن فعل سمجھے۔ بیماری کے جراثیم اُس کے جسم میں داخل ہوں گے اور اپنا کام کریں گے۔

اس کے علاوہ گھوڑے کی لید میں جو کچھ جراثیم ہوتے ہیں جنہیں ڈاکٹر ٹیٹنٹس (TETANUS) کہتے ہیں۔ یہ جراثیم جب انسان کے جسم کی کسی خراش یا زخم پر لگ جاتے ہیں تو اس شخص کو دورے پڑنے لگتے ہیں اور وہ دو دن کے اندر اندر جاں بحق ہو جاتا ہے۔ یورپ جیسے ضروری آلات سے ملو اور باقاعدہ شفا خانے بھی ٹیٹنٹس کے مرضی میں سے پچاس فیصدی سے زیادہ کی جان نہیں بچا سکتے۔ جراثیم گھوڑے کی آنتوں، معدہ اور منہ میں موجود ہوتے ہیں اگر جرم آلودہ گھوڑے کی چبائی ہوئی چیز ہم کھائیں اور ہمارے ہونٹ یا زبان وغیرہ پر خراش، دانت، فحشی یا منہ آنے کے نشان موجود ہوں تو یہ مرض فوراً لگے جائے گا۔

ورس عبرت

ہم ایک تعلیم یافتہ ہندو کی نظر میں تنگ کا موجب یہ بل فاکے واسطے یوں نہ ماتم کر شہید کر بلا کے واسطے

فاسد مادہ اس کمزور عضویں داخل ہوتا ہے تو فوراً وہ مادہ نشوونما پانے اور طرح طرح سے تکلیف دینے لگتا ہے۔

دماغ کے بعد دل اور پچھلے نازک ترین اور اہم ترین اعضاء جہانی ہیں۔ ان کی بیماریاں جان لیوا ہوتی ہیں جن سے اگر کوئی شخص جان بچھڑے تو مدتوں کے علاج اور پرہیز کے بعد پھر بھی وہ شخص تندرست کہلانے کے لائق نہیں ہوتا بلکہ وہ انسان کی ایک مفصل سی تصویر رہ جاتا ہے۔

رونا جو رنج و غم کا منظر ہے دل و دماغ کو کمزور کرتا ہے اور اُس کی افراط اور تواتر کمزوری میں اضافہ کرتے ہیں۔ رورو کر کمزور بنایا ہوا دل ماتم کی چوٹوں سے اور بھی نڈھال ہو جاتا ہے بلکہ ان چوٹوں سے پچھلے تک کمزور اور بعض اوقات متوہم ہو جاتے ہیں۔ ایسے کمزور جسم میں سل، دق، ہسٹیریا، وجع المفاصل، ضیق النفس، دمر، غرغرہ، ہلک سے ملک امراض کے جراثیم داخل ہوتے ہی اپنا سکھ جاتی ہے جن کا ازالہ مشکل ہی نہیں اکثر ناممکن ہو جاتا ہے۔ مریض چلتے چلتے خاندان اور گھر کے پسماندگان کو اپنی بیماری کے جراثیم ورثہ میں چھوڑنے کے علاوہ ڈاکٹری فیس، دوا اور پرہیز کے مصارف سے تباہ و برباد کر جاتا ہے۔

ایک نوجوان شیدہ ڈاکٹر نے ایک ماتمی انجنی قائم کی۔ جوانی کے بے پناہ ہوش نے موصوف کے علم پر فتح پائی۔ حسن عقیدت نے سمجھ پر پردے ڈالے، خود ہی انجنی قائم کی، خود ہی قائد بنے، محرم سے ایک مہینہ قبل ہی بڑے ہوش و اہتمام سے ماتم کی پیکش شروع ہوئی، محرم آتے آتے اپنی پسلیوں پر روم آیا درو ہوئے لگا، قیادت کی لاج، جوانی کے زعم باطل اور جوش عقیدت نے پیچھے ہٹنے نہ دیا۔ باوجود تکلیف و درد کے عاشور بھر مجلس میں ماتم کرتے رہے بالآخر خاص عاشور کے دن سخت درد اور بخاریں مبتلا ہوئے۔ چند ہی یوم میں آپریشن کی نوبت آئی۔ آپریشن ناکام رہا، ناسور پڑ گئے۔ دوسرا آپریشن بھی کامیاب نہ ہوا تیسرے آپریشن کے بعد پہاڑ بھیجے گئے جہاں مہینوں کی داشت و پرداخت کے بعد زخم خدا خدا کر کے مندمل ہوا مگر گئی ہوئی صحت آج تک پھر نصیب نہیں ہوئی۔

س۔ عجیب بات ہے؛ آپ کو اپنے امام صاحب سے محبت ہے تو ان کے نام پر مجلسیں کیجئے۔ ان کی تعلیم کا پرچار کیجئے۔ یہ رونے کے اکھاڑے قائم کرنے سے کیا فائدہ؟

ج۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہمارا یہ رونا ہی ہمیں جنت میں داخل کرائے گا۔

س۔ کیا واقعی!! یقین نہیں ہوتا کہ آجکل کی دُنیا میں کوئی مذہب مذہب ایسا بھی ہے جو رونے کو اور صرف رونے کو نجات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہو۔

او ہوا آپ تو شاید وہ لوگ ہیں جو لکھنؤ میں تبرکاتِ شریفین کر رہے ہیں اور مردوں کو گالیاں دینا اپنا مذہبی فرض بتاتے ہیں بھی بُرا نہ ماننا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوم شکست خوردہ قوم ہے۔ یا تو آپ لوگوں کو کوئی بڑی شکست ہوئی ہے یا بار بار اور متواتر شکستیں ہوئی ہیں اور اب آپ کو فتح کی اُمید باقی نہیں۔ جس کی بدولت آپ میں اب شکست خوردہ ذہنیت اس درجہ پیدا ہو گئی ہے کہ آپ اب عورتوں کی طرح رونے کو سنے۔ اور نکالیاں دینے پر اس درجہ مُصر ہیں کہ ان باتوں کو جزو مذہب یا نجات کا ضامن ٹھہرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

حملہ کے ایک تعلیم یافتہ ہندو معاصِب سے اور میرے ایک بزرگ سے ذیل کی گفتگو ہوئی۔ گفتگو بصیرت افروز ہے اسلئے نذر ناظرین کی جاتی ہے۔

س۔ بھئی حملہ کے آپ کی طرف والے ہلاک ہیں ہر ہفتہ دو ایک شب کو کبھی بہت سے مرد کبھی بہت سی عورتیں سر جوڑ کر رویا کیوں کرتے ہیں؟

ج۔ ہمارے ہلاک میں قریب قریب سب شیعہ آباد ہیں اور ہم لوگ ہفتہ وار مردانی یا زنانی مجالس برپا کرتے ہیں جن میں ہم اپنے امام۔ امام حسینؑ پر گزرے ہوئے مظالم کا تذکرہ کرتے اور روتے ہیں۔

س۔ امام حسینؑ کے واقعات تھوڑے بہت میں نے بھی پڑھے ہیں۔ واقعی شام کے بادشاہ اور اس کی فوج نے انسانیت سے بعید مظالم کئے۔ اور امام صاحبؑ نے بھی ایک اذتار کی طرح اس کا بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ مگر یہ کونسی بات ہوئی کہ آپ سینکڑوں برس پُرانے واقعات کو یاد کر کے سب مل کر روتے ہیں۔ کیا یہ مذہباً ضروری ہے؟

ج۔ جی ہاں۔ ضروری ہے۔ واقعات، کربلا کا ذکر کرنا اور اُن پر رونا ہمارا سب سے بڑا فرض ہے۔

شیعہ اخبار سرفراز کی رید دہنی

توجہ نہیں کی۔ جہاں تک سرفراز کی مہفوات کا تعلق ہے بغیر کسی قسم کی فرقہ وارانہ جہد داری کے کہا جاسکتا ہے کہ وہ نہایت دلائل و اذکار۔ حجت باطن سے بھری ہوئی اور توہین آمیز اور اشتعال انگیز ہیں۔ پھر بھی جب ان پر حکومت یورپی توجہ نہیں کرتی۔ تو ہمیں اس افسوسناک صورت حال کا احساس ہونے لگتا ہے جو اس وقت سنیوں کے مسلک کے متعلق ہندوستان میں برپا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات مسلمانوں کی سیاسی اور غیر سیاسی

شیعہ اخبار سرفراز لکھنؤ کی اشاعت مورخہ ۹ مئی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق نہایت ناپاک انداز میں رائے زنی ہوئی اس رائے زنی کے اقتباسات یوپی کے بعض مسلمان اخبارات نے اپنے کالموں میں شائع کئے اور حکومت کو توجہ دلائی کہ وہ اس دریدہ دہنی کا سد باب کرے۔ مسلمانوں کے جلسوں نے بھی غم و غصہ سے بھری ہوئی قراردادیں منظور کر کے اخبارات کو بھیجی ہیں، لیکن تا دم تحریر حکومت یورپی نے سنیوں کے احتجاج پر ذرہ برابر

اجارات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تہمت زنا سے متہم کریں تو ان کی دلیری اور جسارت پر قطعاً تعجب نہ کرنا چاہئے بلکہ قوم کی بد بختی کا ماتم کرنا چاہئے۔

ہمیں مسلمانوں کی دلازاری کا انتہائی صدمہ ہے اور اس سے زیادہ بچ صحابہ کرام کی امانت کا۔ مگر ہم اسے مسلمانوں کے اپنے اعمال بد ہی کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔ ازماست کہ برماست۔

(”مسلمان“ لاہور)

سرکاری اور غیر سرکاری سیاست پر پوری طرح چھٹے ہوئے ہیں مسلم لیگ جو کہ وٹو مسلمانان ہند کی نمائندہ جماعت ہے شیعہ چاکسواروں کی زمین سواری کا کام دے رہی ہے۔ صوبہ بھارتی اسمبلیوں میں اور صوبائی وزارتوں میں ان کو اپنے تناسب سے بڑھ کر حصہ حاصل ہے۔ اور سرکاری دفاتر میں وہ اوپر سے نیچے تک چھائے ہوئے ہیں ان حالات میں اگر ان کے

خطرناک ہرزہ سرائی

سلوک کرے جو سب کے لئے عبرت آموز ہو (انقلاب سورہ ۲۱ رجون ص ۷)

”شمس الاسلام“ بزرگان اسلام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان اقدس میں سب و شتم اور تبرا بازی صرف ”سرفراز“ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ ملعون خصلتیں تمام روافض کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں۔ تبرا ایچی ٹیشن میں آپ نے دیکھا کہ ہندوستان بھر کے تمام روافض نے خواہ وہ پنجاب کے ہوں یا یو۔ پی کے کسی امام بڑے کے نوح خوان و ذاکر ہوں یا اسمبلی اور کونسل کے ممبر سیاسی لیڈر ہوں یا مذہبی رہنما سب نے تبرا بازی اور بد زبانوں کی پیٹھ پھونکی۔ ہندوستان بھر کے طول و عرض میں ایک بھی رافضی ایسا نہ نکلا جس نے رواداری سے کام لیکر اپنے ہم مذہبوں کی اس خباثت اور اشتعال انگیزی پر نہیں ملامت کی ہو حتیٰ کہ مسٹر جناح ایسے شیعہ بھی جو آج مسلمانوں کے قائد اعظم بنے بیٹھے ہیں منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر تبرا بازی کا تماشا دیکھتے رہے۔ اس کے خلاف ”انقلاب“ ایسے نام نہاد سنی اخبارات اور لیڈروں نے مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعمو ذی اللہ) ”فتنہ“ قرار دیکر اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کی مدح کرنے والے سنیوں کو گالیاں کینے والے روافض سے بھی بدتر قرار دیکر اور تحریک مدح صحابہ کی سخت

ہم نے لکھنؤ کے شیعہ اخبار ”سرفراز“ کا پرچہ مورخہ ۱۱ مئی خود تو نہیں دیکھا لیکن بعض اخباروں سے یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا کہ اس پرچے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف نہایت ناپاک انداز میں اظہار خیالات کیا گیا ہے یہاں کہ سیف اللہ السلول حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو تہمت زنا تک سے متہم کر دیا گیا ہے (نعمو ذی اللہ) متعدد مقامات کے مسلمانوں نے احتجاجی قراردادیں منظور کر کے اخباروں کو بھیجی ہیں لیکن یو۔ پی کی حکومت نے اب تک کوئی کارروائی نہیں کی شیعہ بھائیوں کو معلوم ہے کہ ”انقلاب“ کبھی شیعہ سنی کے جھگڑے میں شریک نہیں ہوا بلکہ مدح صحابہ اور قدح صحابہ کے فتنہ میں زیادہ تر سنیوں ہی کو ملامت کرتا رہا کہ تم اس سلسلہ کو منہ کر دو تا کہ فتنہ طول نہ پکڑے لیکن اگر ”سرفراز“ جیسے بد مذہب اور غیر ذمہ دار اخبارات محترم بزرگان اسلام کے خلاف اس طرح ہرزہ سرائی سے کام لیتے رہیں گے تو سنیوں کو سمجھانا بھجانا اور امن قائم رکھنا بے حد مشکل ہو جائیگا آخر یہ کیا بد بختی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے جذبات مذہبی کا احترام بھی نہیں کر سکتے اور دل آزار اور اشتعال انگیز باتیں کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اگر ”سرفراز“ خود اس بے ہودگی کے لئے سنیوں سے معافی نہ مانگے تو یو۔ پی کی گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ایسے دل آزار اخباروں کے ساتھ ایسا ہی شدید

حقیقت یہ ہے کہ ”انقلاب“ ٹائپ کے اخبارات اور لیڈروں کی گزارشات نہ روش ہی نے ”سرفراز“ جیسے منہ پھٹ اور بد زبان اخبارات کو زیادہ بے باک اور بڑبڑا دیا ہے ورنہ ناکامی لیڈر اور سٹی اخبارات اگر غدار ہی نہ کرتے تو آج کسی کو بھی تبرائی اور اشتعال انگیزی کی جرأت نہ ہوتی۔

مخالفت کر کے سیٹیوں کو کمزور کیا اور روافض کے ہاتھوں کو مضبوط بنایا اور یوں تیسری جیسی ناپاک ترین تحریک کے بالواسطہ مددگار بنے۔
آج ”انقلاب“ کو بھی ”سرفراز“ کی بدزبانی اور اشتعال انگیزی کے خلاف احتجاج کرنا پڑا۔ معلوم نہیں اس احتجاج کے پردے میں بھی کیا مصالحتیں پوشیدہ ہیں؟

رد چکرالویت

مسئلہ قربانی پر امت مسلمہ کا حلال اور اس کی مدفعت

(۱)
(از جناب مولانا محمد عالم رضا اسی امرتسری)

عجوبہ نمائی اور طرفہ طرازی کی طرف دھڑکھسینا اور ایسے رسوم نکالے جو بزرگ پرستی نبی پرستی اور شکم پروری پر مبنی تھے۔ مگر خدا کا فضل ہے کہ آج نئی روشنی نے ان کا سارا انکار اور دام تر ویر اٹھا کر قرآن کو اپنے اصلی مفہوم میں پیش کر دیا ہے۔

یہ فرق ترک تقلید کی ایک شاخ ہے غیر مقلد جماعت کے قیاس شرعی اور اجتماع امت کو ترک کر کے صرف قرآن و حدیث کو اپنا مذہب قرار دیا تھا۔ مگر امت مسلمہ نے اس سے بڑھ کر قدم مارا کہ اگر فقہ شریعت سازی ہے اور تقلید شخصی کا ثمرہ ہے تو حدیث بھی تقلیدی تعلیم ہے جس کا ثبوت قرآن سے نہیں ملتا۔ اس لئے قرآن کی تفہیم علوم جدیدہ کی روشنی میں ضروری ہے کیونکہ خدا اور ارباب عقول کو ہی اپنا حجت سمجھتا ہے۔ اور جو لوگ حدیث یا اقوال الرجال سے فہم قرآن پیش کرتے ہیں دوسرا سر اسلام سے منحرف ہیں۔

تحقیق قربانی | اس عنوان پر امت نے اپنی خود رانی سے ایک مختصر سا رسالہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:-

امت میں ایک جماعت قائم ہے جس نے تمام شرائط اسلامیہ کو ایک عجیب انداز سے خیر باد کہہ دیا ہے کیونکہ اس کے خیال میں:-

”قرآن ہر ایک حکم میں مفصل بیان پیش کرتا ہے۔

اس سے زیادہ تشریح کرنا خلاف قرآن ہے۔ قرآن

نے اطواق و اغلال اتار دئے تھے لوگوں نے

عہد سالت سے لیکر آج تک اپنی طرف سے منحرف

کرنے کے لئے ہزار قسم کے قیود اور

پابندیاں اور تشبیحات اضافہ کر دیں اور ان کو نبی

علیہ السلام کے سرخواب دیا اور اسلاف کی تحقیقات

کو فہم قرآن کا نتیجہ بتایا اس افتراء پردازی سے

مسلمانوں نے اپنے مذہبی اصول یہ سمجھے کہ اول

قرآن ہے دوم ریت سوم اجتماع امت اور چہارم

قیاس شرعی۔ اور انہی پر بنیاد رکھ کر قرآن کا

مفہوم بگاڑ دیا اور اسے معقولیت سے نکال کر وہم پرستی

ابتداءً قربانی از انسانیکلو پیڈیا (امت مسلمہ) ایک زمانہ تھا کہ انسان مردم نور تھا۔ رنج و الم اور حصول راحت اسی میں سمجھتا تھا۔ جرم کرتا تو اپنے آپ کو ڈروتا یا خودکشی کر لیتا یا قتل ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد اپنی جان کے بدلے جانور یا اپنے عزیز کی جان یعنی شروع کردی اور دیوتا کی ناراضگی اسی سے بچ کر تا۔ نذرانہ کے طور پر قربانی پیش کرتا بھلا بچہ یا پہلا نانا یا بھل بھی نذرانہ کر دیتا۔ یہ قربانی دیوتا کے احترام میں تھی یا کفارہ گناہ تھی۔ اس لئے اسے گوشت کھاتے اور خون اس پر چھڑکتے مگر بعد میں یہ سوچا کہ دیوتا کی روح لطیف ہے تو قربانی کو جلا کر اس کی لطیف ہو دیوتا کو پہنچائے اسی طرح قبروں پر شراب چھڑکنا اور پڑھادے پڑھاتا رہا۔ قبل از میلاد مسیح سات سو سال پہلے دستور تھا۔ میج نے روک دیا مگر نہ رکے۔ فلاسفوں نے منع کیا تو چونکہ ان کا حلقہ اثر بہت محدود تھا۔ اس لئے اس کی ادائیگی پر خود مجبور رہے۔ انسان ابتداءً آفرینش میں فطرت اللہ یعنی اسلام پر قائم تھا۔ بعد میں ظلم و جہول بن گیا تو رسول اسے ہدایت دینے آئے۔ مگر ساتھ ہی گمراہی کا مزہ بھی چنا پچھو عرب میں حج کی تقریب پر قربانی کا دستور قدیم سے چلا آتا تھا مگر ایرانی اور یونانی اقوام کے اختلاط سے یہ بھی بت پرست بن گئے اور اسی پر قربانی کا خون چھڑکتے اور گوشت بڑھا کر یا جلا کر یا مجاوروں کو کھلا کر اپنے معبودوں کو پہنچانے لگے۔ گناہ کا کفارہ اور خدا کی خوشنودی یا دفع مصائب کا ذریعہ قربانی جانتے تھے کچھ تبدیل ہو کر بھی جاہلانہ رسم باوجود تعلیم قرآنی کے مسلمانوں میں اب تک جاری ہے اور ملاں اس کے اثبات میں تقلیدی اور روایتی لٹریچر کی روشنی میں مضحکہ انگیز طریق پر دلائل پیش کیا کرتے ہیں۔

ابتداءً قربانی از قرآن مجید (مسلم) قربانی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اہل مسیح کے قلم نے تاریک پہلو اختیار کر کے مغرب نوازی کی ہے اس کا روشن پہلو قطعاً چھوڑ دیا ہے بے شک بتوں پر مال و جان کی قربانی تھی اور بت پرستوں نے اسے کئی طریق پر جاری رکھا تھا مگر خدا پرست قہری دنیا میں

موجودہ رسم قربانی جو ہر شہر اور ہر مسلمان کی طرف سے دی جا رہی ہے جاہلیت کی ایک رسم ہے قرآن میں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور جو ثبوت پیش کئے چاہے ہیں سب مضحکہ خیز اور غیر معقول طریق پر پیش کئے جاتے ہیں۔ البتہ ایام حج میں جو قربانی حاجی مکہ میں کرتے ہیں کسی قدر اس کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے کہ قارن اور متمتع یا خشکی کا شکار کرنے والا یا بیمار یا فرائض حج میں کوتاہی کرنے والا یا کوئی اور خلاف ورزی کرنے والا ایک جانور ذبح کرے یا روزے رکھے یا کوئی اور عبادت کرے تو گو یا ذبح حیوان ایک خاص مجبوری اور مخصوص حالت میں ہے کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ حج ایک ملکی کاتفرنس ہے جس میں اصلاح تمدن اور حقوق یا بی کے لئے تین روز تک جہان حج رہتے ہیں اور اہل مکہ انکی خوراک کا انتظام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہاں غلہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے مالدار لہذا اردو ہمالیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ بطور اعانت خوراک کے لئے جانور ساتھ لایا کریں اور خلاف ورزی یا کوتاہی کا کفارہ بھی جانور ہی ہے۔ دبا کر یہ ذرہ یہ مطلب نہیں کہ ہر حاجی بلا ضرورت کئی ایک جانور ذبح کر کے پھینک دے اور اس قدر جانور ذبح ہوں کہ کتے بے بھی قبول نہ کریں اور انکو دفن کرنا پڑے تاکہ تعفن سے حفظان صحت کو نقصان نہ پہنچے۔ یہ حرکت خلاف عقل اور خلاف اسلام ہے اسراف ہے اور اہلاک نفس اور فساد فی الارض ہے خدا کو ایسی خونریزی منظور نہیں اس لئے وہ باعث عذاب ہے موجب ثواب نہیں؟

تحقیق قربانی پر ایک نظر اہم چاہتے ہیں کہ ناظرین شمس الاسلام کی خدمت میں وہ تمام خیالات پیش کریں جنکی بنا پر قربانی کا ثبوت یا عدم ثبوت پیش کیا جاتا ہے جس کو ایک مکالمہ کی صورت میں پیش کرنا بہت مناسب ہو گا تاکہ ناظرین ہر کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔

موجود تھی وہ اپنی قربانی کفارہ کے طور پر یا اپنی صداقت کے طور پر خدا کی بارگاہ میں پیش کیا کرتی تھی جس کی منظوری آسمانی بجلی سے ہوا کرتی تھی۔ اسی قربانی کا مطالبہ کفار مکہ نے بنی علیہ السلام سے کیا تھا۔ یہی قربانی آدم علیہ السلام کے دو صلیبی بیٹوں نے دی تھی جن میں سے ایک کی منظور ہو ا پہلی اور دوسرے کی نام منظور اور یہی قربانی تھی جو حضرت خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے دینی جاہی تھی۔ مگر خدا نے اس حکم کو جانور کی قربانی میں تبدیل کر دیا۔ اس موقع پر امت مسلمہ نے جو کچھ پیش کیا ہے مغربی اقوام کا چھایا ہوا انوالہ ہے جس میں قرآنی واقعات کا مطلق ذکر نہیں مگر باوجود اس تجاہل غار خانہ کے امت مسلمہ کے نزدیک یہ سب کچھ تسلیم ہے اور روایت اسلام پیش کرتا ہے اسے یوں کہہ کر ٹھکرا دیتی ہے کہ یہ معقولیت سے خالی ہے۔ مغربی روایات کو بے سوچے سمجھے یوں ہی تسلیم کر لیا اور مشرقی روایات کو بالکل نظر انداز کر ڈالتا امت مسلمہ کی کمال مغرب نوازی ہے۔

بجائے جسے یورپ اسے بجا سمجھو + زبان عرب کو نفاذ خدا سمجھو
ترک قربانی (امت مسلمہ) حامیان قربانی پرافسوس ہے کہ وہ عقل و قرآن سے چشم پوشی کرتے ہیں حقیقت دین کے فہم کے لئے صحت عقل سلامت فطرت اور صحت ذوق کی اشد ضرورت ہے اور شرم و جیا بھی اس کا جزو لا ینفک ہے۔ قربانی کی لغو۔ مضر اور مفسد رسم کی تائید میں قلم اٹھاتے ہوئے ان کو خود ہی شرم آنی چاہئے۔ حیرت ہے کہ اسلام جیسے معقول مذہب میں یہ لوگ ایک غیر معقول اور مضر رسم کی تائید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

مسلم | مغربی خیالات کا بپتسمہ لینے والا آج اسلام کی ہر ایک بات پر نکستہ جینی کرتا ہے۔ حج کے ارکان اس کی نگاہ میں وہم پرستی ہے۔ نماز کا قیام اور رکوع و سجود اس کے سامنے ایک نازیبا اٹھک بیٹھک ہے۔ ذکر الہی اور کلمہ توحید کا تکرار اس کے خیال میں ایک بے معنی طوطے کی رٹ ہے۔ بلکہ پانچ وقت کی نماز اس کی نظر میں خالی سلام سلام کا تکرار ہے

جس کا کوئی مطلب نہیں۔ اسلامی زکوٰۃ تصنیع مال ہے اور قربانی اہلاک نسل اور تضاد فی الارض کے مترادف ہے مگر حیرت ہے کہ اس وقت جبکہ اہل اسلام محکومانہ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تیرہ سو سال کی اسلامی زندگی کو خلافت عقل قرار دیں۔ ان کو خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے کہ اطراف عالم میں تسلیم شدہ حقائق اور تیرہ سو ساٹھ سال کے مسئلہ دستور العمل کو یکسر خلافت قرآن قرار دیدینا لغو اور مضر کہہ دینا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مذہب کے نا آشنا ایک ناقص تعلیم۔

امت مسلمہ کی نخوت بچا | (۱) بنی علیہ السلام کے فہم قرآن کو ٹھکر کر اپنے فہم قرآن کو اس لئے پیش کر کے کہ اس وقت علوم جدیدہ کی روشنی میں قرآنی اسرار اس قدر مشکف ہوئے ہیں کہ عہد رسالت میں ان کا ایک شمشہ بھی ظاہر نہ تھا قرآن اس لئے فلسفہ یونان کا زور تھا اس لئے لوگوں نے قرآن کو اس کے تاج بنالیا تھا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو آج مسلمہ پر بھی ایضاً یہی الزام قائم ہو سکتا ہے کہ اس نے تمدن یورپ میں غرق ہو کر قرآنی تعلیم کو بدل دیا ہے اور سوسائٹی کے مذہب کو قبول کر کے قرآن کے ایک ایک لفظ کو اپنی اپنی جگہ اسے اکیٹر پھینکا ہے۔

(۲) وہ بظاہر مسلمانوں سے میل جول رکھنے اور باطن میں مسلمانوں کو مخالف قرآن جاننے والا اور اندرونی طور پر زنا رکھنے والا۔ زبان کا رسیلا۔ قلم کا زہریلا۔ دنیا نے اسلام کو نامعقول جاننے والا اور سب کو مشرک کہنے والا اگر آج یہ آواز اٹھائے کہ میرے سوا کسی نے قرآن سمجھا ہی نہیں تو کون عقل کا دشمن اسے تسلیم کر لیا۔ مگر ہاں یہ بات اس کی ضرورت قابل تسلیم ہوگی کہ اسلام چھوٹے کی خوب اس نے ایک راہ نکالی ہے۔ جتنے لاندہب ہیں اور جس قدر سوسائٹی کے ماننے والے ہیں ان کے واسطے کافی سرمایہ بہم پہنچا دیا ہے اور وہ خود بصل بہ کثیر اکا صحیح مصداق ہے۔

(۳) اسکے نزدیک قربانی مضر اور غیر معقول اور بیشرعی ہے۔

کی راہ بھی کھلتی یا اس کو تیرہ سو سال پہلے پیدا کیا جاتا تاکہ دنیا میں اسلام گمراہی کے گڑھے میں پڑی نہ رہتی۔ بہر حال ایسا خیال کرنا کمال بے شرمی ہے اور آسمان پر تھوکتا ہے اور بعینہ آریہ کا مذہب ہے کہ دید کا مفہوم زمانہ کی تبدیلی سے بدل جاتا ہے چنانچہ اس کے اظہار کو سوانی دیا نندہ رشی بن کر آتا تھا۔ غالباً مسیلہ کا بھی یہی خیال ہو گا کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں قرآنی اسرار منکشف کرنے کے لئے خدا نے کاشف اسرار کو منتخب کر لیا تھا۔ خوب اور بہت ہی خوب!

ترک قربانی (امت مسیلہ) اسلام کے پرانے فلاسفر قربانی کے خلاف ضرور تھے مگر انکا حلقہ تاثر بہت تنگ تھا مذہب کی ہمہ گیری نے انکو مجبور کیا کہ وہ خود بھی قربانی دیا کریں مگر خدا کے فضل سے آج ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے جس نے اعلان کر دیا ہے کہ قربانی ترک کرنا اصل اسلام ہے چنانچہ سرسید نے سورۃ حج کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایام حج میں ضرورت سے زیادہ قربانی کرنا اسلام میں ثابت نہیں۔

خواجہ کمال الدین مرزائی نے کہا کہ عیسائی مذہب نے اپنا کفارہ بیچ کو بنالیا تھا۔ مگر قصہ گو ملاؤں نے قربانی اپنا کفارہ گھڑ لیا۔ ورنہ بات ایک ہی ہے۔ حسن نظامی نے کہا کہ جب سے میں نے لن ینال اللہ لمحہ ہا ولا د ماع ہما کو غور سے پڑھا تو میں نے غن بہانا چھوڑ دیا۔ عنایت اللہ مشرقی نے کہا کہ قربانی بولوی کی ساخت ہے اس لئے پلٹرا پر سے پار اترنے کے سبز باغ دکھائے اور جانوروں کو موٹا کرنا باعث ثواب قرار دیا۔ جنگی گھوڑے اس کے کام کے نہ تھے اس لئے ان کے لئے اس نے کوئی کوشش نہ کی۔

مسلم! یہ لوگ مغربی سوسائٹی سے متاثر ہو کر نری قربانی کیا تمام اسلام کو مختص الوقت مذہب خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم صرف غیر مذہب اقوام کے لئے تھی۔ آج اگر قرآن نازل ہوتا تو مغربی سوسائٹی کے اصول پر نازل ہوتا۔ سرسید نے اپنا معنی مشاہدہ پیش نہیں کیا صرف بات کا بتلانا بنائے والوں سے سن کر کہہ دیا کہ مکہ میں غیر ضروری قربانی ہوتی ہے حالانکہ

مگر اس دہی مغربی خیالات کے متوالے کو معلوم ہونا چاہئے کہ قربانی سارے تیرہ سو سال سے جاری ہے اور عروج اسلامی میں بھی اس کو ترک نہیں کیا گیا۔ علوم و فنون کی روشنی میں بھی اسے مفسد خیال نہیں کیا گیا اور دنیا جانی ہے کہ قربانی سے قوم کو آج تک کوئی نقصان نہیں پہنچا اور نہ ہی پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ ہر اہل دانش و بینش پر ظاہر ہے کہ ہر شہر میں گوشت خاوردوں کی خاطر روزانہ چار پاسو جانور ذبح ہوتے ہیں اور مسیلہ کی دہی اہلک نسل کا نشان نہیں ملتا۔ ایام عید میں اگر مسلمانوں نے اسی قدر جانور خرید کر اپنی تحویل میں ذبح کر کے اپنے اعزہ و احباب پر تقسیم کر دیئے تو کونسا اسراف اور لغو فعل سمجھا جاسکتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایام عید کھانے پینے کے دن ہیں اس وقت نادار اور فقیر مسلمان بھی قربانی کی طفیل گوشت کا منہ دیکھ لیتا ہے۔ اگر مسیلہ کا یہی فلسفہ ہے تو ہندوؤں کی گھاس پاری کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ اسی کو ذرہ اور رنگ چڑا کر دیکھا جائے تو نتیجہ نکلے گا کہ جب جنیدیم کی قربانی سے اہلک نسل پیش آتا ہے تو سال بھر میں ذبح حیوانات کیوں نہ اہلک نسل کا مصداق بنے گا۔ گھاس پاری کی حامی مسیلہ کو چاہئے کہ صفات لفظوں میں اعلان کر دے کہ جب ایام عید میں مالدار مسلمانوں کی قربانی اہلک نسل اور ضرر تو روزانہ ذبح حیوانات کا دستور تمام دنیا کے لئے مضر ہوگا۔ اور خطرہ ہے کہ ایک دن ایک بھیڑ بھی نظر نہ آئے گی۔ لیکن قدرت الہی کا انتظام دیکھئے کہ جس قدر جانور ذبح ہوتے ہیں اسی قدر زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ضروریات کی تعیم قدرت نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔

(۴) امت مسیلہ کہتی ہے کہ آج تک قرآن زیر پردہ رہا اب کاشف اسرار قرآن نے اس کے اسرار کھولے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ خدا برا ظالم تھا جس نے ایسا کلام بھیجا جس کا سمجھنے والا چودہویں صدی سے پہلے پیدا ہوا۔ بنی علیہ السلام پر قرآن نازل کرنا بے فائدہ تھا۔ کاشف اسرار پر اترتا تو ہدایت

حقیقت شناس خوب جانتے ہیں کہ قربانی کا جس قدر گوشت ہوتا ہے بدو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور خشک کر کے سال بھر کھاتے رہتے ہیں۔ باقی رہا غیر مالکوں حصہ سوائے دفن کر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ حاجی خود بھی قربانی کا گوشت کھاتے ہیں۔ انکو اس سے نفرت نہیں ہوتی۔ بہر حال سرسید نے جو کچھ کہا غلط کہا۔ خواجہ کمال الدین نے کفارہ سے تنگ آکر

جو کہنے کے قابل نہ تھا وہ بھی کہہ دیا۔ آخر وکیل ہی تھا کوئی علامتہ الدھر محقق اسلام تھوڑا ہی تھا جس نظامی کئی رنگ بدلتا تھا ایک دفعہ اس نے یہ بھی فتویٰ دیدیا تھا کہ جھٹکا اسلامی فحش کے مترادف ہے۔ اسلامی دنیا میں وہ سطحی خیال کا پیرو سمجھا جاتا ہے اسلئے اس کا قاتل و قاتل قابل قبول نہیں۔ (باقی الشدہ)

منقولات

روس کی توبہ

۲۱ مئی کو رائٹر نے یہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین خبر سنا کر ساری دنیا کو استعجاب اخسوس اور مسرت کے مختلف جذبات میں غرق کر دیا کہ کومنونسٹ انٹرنیشنل اور فرمی کومنونسٹ پارٹیوں کو ان فیصلوں کی پابندی سے آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ جو مختلف کونٹریں کانگریسوں کی طرف سے طے ہو چکے تھے۔ اس قرارداد کی رو سے روس کا اشتراکی نظام اشتراکی نظریے کی بین الاقوامی تبلیغ و اشاعت سے توبہ کا اعلان کرتا ہے۔ اور اشتراکی جماعتوں کو جو مختلف ممالک میں قائم ہیں اپنے قلمداد اطاعت اور حلقہ اتباع سے آزاد کر کے اپنی اپنی جگہ پر اپنے طور پر کام کرنے کا اختیار دیتا ہے دوسرے لفظوں میں اشتراکیت کے جسم سے وہ روح خارج کر دی گئی جو اسے ایک عالمگیر سیلاب کی حیثیت دے کر تمام سرمایہ دار حکومتوں کے لئے خطرے کا موجب بنا رہی تھی۔ اب اشتراکیت محض ایک اصلاحی پروگرام ہے انقلابی روح اس سے سلب کی گئی ہے۔ اور امریکہ برطانیہ اور دوسری سرمایہ دار جمہوری حکومتوں اور سلطنتوں میں جو اشتراکی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ ان کو ماسکو سے کوئی اخلاقی اور سیاسی امداد مل سکیگی۔ دوسری جماعتوں کی طرح وہ بھی سیاسی جماعتیں ہوں گی۔

سرمایہ دار مطمئن رہیں

مرکزی کمیٹی اس حیرت انگیز اور غیر متوقع فیصلے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ دنیا کے حالات میں کافی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ بین الاقوامی طور پر کام کرنے کے امکانات ختم ہو گئے ہیں خصوصاً موجودہ پائے معاملات کی صورت بالکل ہی بدل ڈالی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس فیصلے سے ڈاکٹر گوٹلیب (جرمنی کے پروپاگنڈا وزیر) کے غبارے سے ہوا بالکل کل جائے گی۔ اور اب وہ دنیا کو یہ کہنا گمراہ نہیں کر سکیگا کہ اشتراکی روس ایک خطرہ ہے۔ ایک سیلابی ہے ایک سرمایہ دار سرمایہ جو سرمایہ دنیا کو ہر طرف کر جانا چاہتا ہے۔ بلکہ اب سرمایہ دار دنیا کو اطمینان ہو جائیگا کہ الحفیہ کا جن کوزے میں بند کر کے روس کے محدود دریا میں ڈال دیا گیا ہے۔ اب اشتراکی نظام سرمایہ دار کے نظام کو تہ و بالا کرنے کے دم دہیہ سے توبہ کر چکا ہے اشتراکیت اب صرف روس میں محدود ہو کر رہ جائے گی۔ اور جن لوگوں نے اس نظام کو اپنا پروکار اور سرپرست سمجھ کر دوسرے ملکوں میں سرخ جھنڈا بلند کر رکھا تھا۔ وہ اس فیصلے کے بعد بالکل بے خدا اور یتیم ہو کر رہ جائیں گے۔

دلوں کا چور

روس کے اشتراکی نظام کا یہ فیصلہ اشتراکیت کے بنیادی عقائد کے خلاف ہے جس طرح ایک مسلمان وحدانیت کے عقیدے سے

کیونکہ اسے کل کی روٹی کی فکر ہے اور زندگی کی تشویش اور سرمایہ دار برسوں صبر کر سکتا ہے۔ اسی طرح اجتماعی رنگ میں بھی ایک مزدور ملک سرمایہ دار ملک کے مقابلے میں جلدی ہار مان لینے والا اور اپنی جگہ چھوڑ کر سرمایہ دار کی بات قبول کر لینے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ مسٹر چرچل اور امریکہ کا صدر روز ویلٹ تو اعتقاد و مسلک کے جس مقام پر کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے اور روس کو اپنے ایک بنیادی عقیدے سے دستبردار ہو جانا پڑا۔ لیکن اگر اس کے ایشیا کے ذریعے بھی روس نجات پا جائے اور جو بے درد دشمن اس کو روایتی کبیل بن کر لپٹا ہوا ہے اس کو وہ ہلاک کر سکے۔ تو تم سمجھیں گے کہ اس نے ایمان بیچ کر جو سودا کیا ہے۔ وہ خسارے کا سودا نہیں۔

درس عبرت

یہ واقعہ بڑا عبرتنا انگیز ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو اشتراکی نظام کی چکا چوند سے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔ اور اپنے اپنے من کے مندروں اور کعبوں کو ڈھاکر ماسکو کے خداوند سے لولگا بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ دو خداوندان باطل کی جنگ میں وطن اور سرمائے کا بت زیادہ طاقتور نکلا اور زندگی کے باطل فلسفوں کا ہمیشہ یہی انجام ہوتا ہے اتفاق سے اس وقت مزدور مات کھگایا۔ لیکن اگر معاملہ دوسرا ہوتا اور امریکہ و برطانیہ کی بجائے روس بے نیازی کے مقام پر فائز ہوتا یعنی جرمنی روس پر حملہ آور نہ ہوتا۔ بلکہ برطانیہ اور جرمنی ہی میں آویزش ہوتی تو دنیا دیکھتی کہ سرمایہ داری اپنا مقام غور و ترک کر کے مزدور کی دلجوئی کر رہی ہے۔

اور اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ چند سال ہوئے (کونٹرن) (روسی جماعت) ہی نے فیصلہ کیا تھا کہ اشتراکیت کی تبلیغ و اشاعت بین الاقوامی اصولوں پر ہونی چاہیے۔ تمام دنیا کے مزدور ایک ہی قوم ہیں۔ اور ان سب کا قبلہ ماسکو ہے۔ اور آج اسی نے فیصلہ دیدیا کہ بین الاقوامی اصولوں پر اشتراکیت کا پرچار مناسب نہیں ہے۔ انسان کے بنائے تمام فلسفہ ہائے زندگی اسی طرح تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اٹل اور غیر تبدیل قوانین

تو بکر کے مسلمان نہیں رہ سکتا، اسی طرح اشتراکیت بین الاقوامی پر چار کے حق سے دست بردار ہو کر اشتراکیت نہیں کہلا سکتی لیکن جنگ کی مجبوریاں! — ان سے خدا کی پناہ۔ روس کے پاس ہنگ سو کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ وہ امریکہ و برطانیہ کو اپنی طرف سے مطمئن کرنے کے لئے اس فیصلے کا اعلان کر دے۔ موجودہ جنگ میں محوریوں اور اتحادیوں کے حالات میں ایک میں فرق یہ ہے کہ اتحادی کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھانپتی نے کنبہ جوڑا کے مصداق نجات بھانت کے عقائد اور حالات رکھنے والی اقوام پر مشتمل ہیں۔ ان میں امریکہ و برطانیہ بھی ہیں جو امپریلزم اور سرمایہ داری کے خداوند ہیں اور ان میں روس بھی ہے جو سرمایہ داری اور امپریلزم کا دشمن ہے۔ جنگ کی مشترک مصیبت نے سرمایہ دار اور مزدور کو اشتراک عمل پر مجبور کر دیا ہے۔ لیکن دل کا ایک چور ہے جو کسی طرح نہیں نکل سکا۔ اور اندر ہی اندر میٹھا ہوا نقب زنی کرتا رہتا ہے۔ دوسری طرف محوریوں کا یہ حال ہے کہ نازیت اور فسطائیت ایک ہی تھیلی کے دو چٹے بیٹے ہیں۔ اور انہوں نے یورپ کے جن ممالک پر قبضہ کر لیا ہے وہ بھی رضامندی سے یا اگرہے آمریت ہی کے معتقد ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ محوریوں کی صفوں میں انتشار نہیں ہے مگر روس اور اس کے اتحادیوں کی نگاہوں کے زاویے ٹیرے کی آنکھوں کی طرح بالکل مختلف ہیں، اور اس کا اثر جنگی کوششوں پر بھی پڑ رہا ہے۔ اور اندر دنی سیاست سے متعلق معاملات پر بھی۔

کھگایا مزدور مات

ہو سکتا تھا کہ امریکہ و برطانیہ روس کی اعتقادی مجبوری کو قبول کر لیتے۔ دوست کی دوستی سے غرض رکھتے اور اس کے اعمال سے باز پرس نہ کرتے۔ مگر سرمایہ دار کا مزاج مزدور کے مزاج سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مزدور پھر مزدور ہے۔ وہ ضرورتوں کا پتلا اور تھوڑیوں کا بندہ ہے۔ لیکن سرمایہ دار۔۔۔ خدا کی پناہ وہ اس کرہ خاکی پر خداوند خدا ہے۔ وہ کبھی اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ ضرورتوں کا پروردگار اور مجبوریوں کا آقا ہے۔ مزدور اور سرمایہ دار فرد کے قہقہے میں مزدور ہی ہار مانتا ہے

پھر کیا اس واقعے میں ان گمراہ نوجوانوں کے لئے کوئی درس بصیرت نہیں جو اشتراکیت کے چند روزہ جلال کو دیکھ کر مارکس اور لینن کے مجسوں کے سامنے سر بسجود ہو گئے تھے (مسلمان لاہور)

تو صرف اس پروردگار کے دین حق کے ہیں جو اس کا سنتا کا مالک ہے۔ اور جو قوانین حالات کی بنا پر نہیں بناتا۔ بلکہ انسانی فطرت کے باریک رازوں کو پیش نظر رکھ کر

اطلاعات

تعلیم الاسلام۔ حزب الانصار کے تعلیمی اداروں میں تدریس و تعلیم کا کام بحمد اللہ احسن طریق سے ہو رہا ہے۔ دارالعلوم عزیز کے طلبہ کا فوایہ امتحان ہوا جس میں اکثر طلبہ کامیاب رہے۔
تبلیغ احکام الہی۔ امیر حزب الانصار نے برفاقت مولانا احمد یار صاحب ڈیروی حسب ذیل مقامات کا تبلیغی دورہ منسہمایا۔

دار برٹن (ضلع شیخوپورہ) لاہور۔ گجرات۔ راولپنڈی۔ پشاور۔ کھوکھر زیر (ضلع جہلم) روالپال (ضلع جہلم) فاضلکا (ضلع فیروز پور) چکے لائیں لائن۔ گہنڈہ۔ چکے اشٹانی۔ سلطان پور نوں۔ چاوہ۔ چک رامداس۔ چک شیخہ۔ سدا اکبہ۔ پچانی۔ نور خانہ والد (ضلع شاہ پور) کٹھیا لہ شیخاں (ضلع گجرات) روپر شریف (ضلع راولپنڈی) شیخوپورہ۔ میانی۔ پنڈ۔ داؤن خان۔ ہندی سید پور (ضلع جہلم) وغیرہ وغیرہ۔

کوٹ چاندیہ میں حضرت مولانا نور زمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ۳ و ۴ جون کو منعقد ہوا جس میں فوج محمدی رضا کار کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ قاعدہ العساکر افواج محمدیہ مولانا فخر الزمان شاہ صاحب کی ولولہ انگیز تقریر ہوئی۔ مولانا احمد یار صاحب مبلغ حزب الانصار نے بھی درس عمل دیا۔

زکوٰۃ و صدقات۔ دارالعلوم عزیز یہ بھیہ کے طلبہ و تلمیذ کے لئے غلہ درکار ہے۔ غلہ خریدنے کے لئے جو گرامی کثیر رقم درکار ہے۔ ارباب کرم غلہ خرید کر مدد رسہ کو عطا کریں۔ یا غلہ خریدنے کے لئے زکوٰۃ و صدقات کی رقوم بنام ہتم دارالعلوم عزیز یہ بھیہ ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

خاکساریت شکن لٹریچر { رسائل ذیل سطر عنایت اللہ مشرقی کے عقائد کفریہ مقاصد مشنومہ اور اس کی تحریک خاکساری کو بے نقاب کرنے اور مسلمانوں کو فریب خاکساریت سے بچانے میں حیرت انگیز طور پر مفید ثابت ہو چکے ہیں۔ خاکساریت زدہ حلقوں میں ان رسائل کو بکثرت تقسیم کر کے حق کی قوت کا کرشمہ دیکھئے! }

خاکساری فتنہ ۴۔ المشرقی علی المشرقی ۴۔ تبصرہ برتند کرہ ۲۔ خیر جاری ار۔ ضرب کاری ار۔ مشرقی فتنہ ۱۔ عیسائیت کے دو پودے ۲۔ خاکسار تحریک کیوں قابل قبول نہیں ار۔ تمام رسائل کا خرچ محصول خریدار کے ذمہ ہوگا۔ یکمشت ایک ایک سو رسائل کے خریدار کے ساتھ رعایت کی جائے گی۔
ملنے کا پتہ۔ پیر زادہ محمد بہاء الحق قاسمی۔ گلوالی دروازہ۔ امرت سہر۔

مولوی غلام حسین ایڈیٹر نیشنل پبلشر منوہر الیکٹرک پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر شمس الاسلام بھیہ سے شائع ہوا